نحنُ انصاراللّٰہ

Majlis Ansarullah Canada
We are the helpers of Allah

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ

مارچ 2025ء، رمضان 1446ھ، امان 1404ہش

www.nahnuansarullah.ca

نگران
عبدالحمید وڑائچ صدر مجلس انصاراللہ کینیڈا

مدیرِ اعلیٰ
سہیل احمد ثاقب نائب صدر مجلس انصاراللہ کینیڈا

مینیجر
محمد موسیٰ قائد اشاعت مجلس انصاراللہ کینیڈا

مدیران
غلام مصباح بلوچ نائب صدر صفِ دوم مجلس انصاراللہ کینیڈا
ڈاکٹر حمید احمد مرزا۔ معتز القزق

معاونین،
کاشف بن ارشد ایڈیشنل قائد اشاعت مجلس انصاراللہ کینیڈا ، مسعود احمد نائب قائد اشاعت مجلس انصاراللہ کینیڈا
نثار اے شمس ڈاکٹر محی الدین مرزا، ظفر ندیم، منصور چغتائی

خصوصی دعاؤں کی تحریک

امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ایک رؤیا کی روشنی میں احباب جماعت کو خصوصی دعاؤں کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا: اگر احباب جماعت مندرجہ ذیل دعاؤں کا ورد کریں گے تو ایک محفوظ قلعے میں محفوظ ہو جائیں گے جہاں شیطان کبھی داخل نہیں ہو سکتا۔ اس قلعے کی دیواریں لوہے کی ہیں اور آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں۔ پس کوئی سوراخ ایسا نہیں رہے گا جہاں سے شیطان حملہ کر سکے۔

نمبر1: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ

ہر بڑا فرد جماعت 200 دفعہ روزانہ پڑھے

15 سے 25 سال کے ممبران جماعت (کم از کم) 100 دفعہ روزانہ پڑھیں

بچے (کم از کم) 33 دفعہ روزانہ پڑھیں

چھوٹی عمر کے بچے تین، چار دفعہ روزانہ (والدین پڑھائیں)

نمبر 2: استغفار (اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ)

100 دفعہ روزانہ

حضور انور نے فرمایا: اسی طرح میں یہ بھی شامل کرتا ہوں

نمبر 3: رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانْصُرْنِي وَارْحَمْنِي

100 دفعہ روزانہ

حضور انور ایدہ اللہ نے مزید فرمایا: ان دنوں میں جبکہ شیطان ہر حیلے سے بحیثیت جماعت بھی اور مجموعی طور پر ہمارے پر حملے کرنے کی کوشش کر رہا ہے، عمومی طور پر دنیا میں بھی اس سے بچنے کے لیے ایک ہی ذریعہ ہے کہ خاص طور پر دعاؤں پر زور دیں اور صرف جلسے کے دنوں میں نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے یہ درود شریف اور ذکر الٰہی، یہ ورد اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں اور اس پر ہر ایک کو، بچے کو، بڑے کو، عورت کو، مرد کو، سب کو توجہ دینی چاہیے۔

(خطبہ جمعہ 23 اگست 2024)

بین الاقوامی اشاعت حوالہ نمبر ISSN 2560-886X (Print) ISSN 2560-8878 (Online)
رابطہ : editor@ansar.ca / ishaat@ansar.ca / Tel: 905-417-1800

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

قال اللہ عزّ وجل 1

قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم 2

کلام المہدی علیہ السلام 3

کلام الامام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز 4

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ 5

مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمت خلق است
ماہِ رمضان المبارک میں ایثار اور قربانی کا سبق (قیادت ایثار، مجلس انصار اللہ کینیڈا) 6

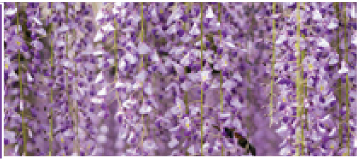

ہستی باری تعالیٰ
منیب احمد ۔ بیت العافیت، سسکاٹون 8

رپورٹ ریفریشر کورسز 13

زاویۃ العرب 15

قال اللّٰہ عزّ وجل

Photo by AmirHadi Manavi on Unsplash.com

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِيۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَالۡفُرۡقَانِ ۚ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ
الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ ؕ وَمَنۡ كَانَ مَرِيۡضًا اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنۡ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيۡدُ اللّٰهُ بِكُمُ الۡيُسۡرَ وَلَا يُرِيۡدُ
بِكُمُ الۡعُسۡرَ ۫ وَلِتُكۡمِلُوا الۡعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰٮكُمۡ وَلَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۸۶﴾

(سورۃ البقرۃ: آیت 186)

ترجمہ: رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اُتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اِس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم (سہولت سے) گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اُس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

تفسیر: اس آیت کی تفسیر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

”شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِيۡٓ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ: قرآن شریف کا طرز ہے کہ پہلے عام فضائل سکھاتا ہے پھر خاص فضیلت کی بات۔ اسی طرح پہلے عام رذائل سے ہٹاتا ہے پھر ارذل الرذائل شرک سے۔ پہلے عام بات کا حکم ہوتا ہے پھر خاص کا۔ مثلاً پہلے عمرہ وغیرہ کا ذکر ہے پھر حج کا پہلے صدقات کی ترغیب ہے پھر زکوۃ کی۔ اسی طرح پہلے یہاں عام طور پر نفلی و فرضی روزوں کا حکم دیا ہے پھر رمضان کے روزوں کا حکم دیتا ہے۔ پہلے شہر رمضان کی فضیلت بیان کی ہے کہ اس میں قرآن شریف نازل ہوا۔ چونکہ قرآن کا اطلاق جزو سورہ پر بھی ہوسکتا ہے اس لئے اس کا یہ مطلب نہیں کہ تمام قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا ہے بلکہ صرف ایک جزو سورۃ کا نزول بھی کافی ہے۔ میں نے جو تحقیق کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریمؐ جن دنوں غار حرا میں عبادت فرمایا کرتے تھے وہ دن رمضان کے تھے اور وہیں پہلی سورۃ کا جزو نازل ہوا۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اگر رمضان اس لئے فضیلت کا مہینہ ہے کہ اس میں قرآن کا کوئی جزو نازل ہوا تو اس فضیلت میں دوسرے مہینے بھی شامل ہیں۔ اس لئے گو یہ دوسرے معنے بھی بہت سچ ہے کہ وہ رمضان جس کے بارے میں قرآن شریف نازل ہوا مگر شروع نزول ایک رنگ رکھتا ہے۔...“ پھر مزید فرمایا ”الفرقان: قرآن سے مجھے اس کے یہ معنے معلوم ہوئے کہ فرقان نام ہے اُس فتح کا جس کے بعد دشمن کی کمر ٹوٹ جائے اور یہ بدر کا دن تھا۔ غزوہ بدر بھی ماہ رمضان میں ہوا ہے۔ غرض رمضان المبارک کیا بلحاظ فتوحاتِ دنیاوی اور کیا باعتبار ابتداء نزول قرآنی یا تاکید قرآنی ہر طرح قابل حرمت ہے۔“ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان 8 اپریل 1909ء بحوالہ حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 305,306)

Photo by Rasheeque Ahnaf (Piash) on Unsplash.com

قال الرسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

’’اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ
الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ۔‘‘

(دار قطنی کتاب العیدین باب صفة الصلوٰۃ الخسوف)

ترجمہ: ہمارے مہدی کی صداقت کے دو نشان ہیں۔ اور جب سے دنیا بنی ہے، یہ صداقت کے دونوں نشان کبھی کسی کے لئے ظاہر نہیں ہوئے۔ رمضان میں چاند کو (چاند گرہن کی راتوں میں سے) پہلی رات کو اور (سورج گرہن کے دنوں میں سے) درمیانے دن کو سورج کو گرہن لگے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں:

”یاد رہے کہ کسی حدیث کی سچائی پر اس سے زیادہ کوئی یقینی اور قطعی گواہی نہیں ہوسکتی کہ وہ حدیث اگر کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے تو وہ پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جائے کیونکہ اور سب طریق اثبات صحت حدیث کے ظنی ہیں مگر یہ حدیث کا ایک چمکتا ہوا زیور ہے کہ اس کی سچائی کی روشنی پیشگوئی کے پورے ہونے سے ظاہر ہوجائے کیونکہ کسی حدیث کی پیشگوئی کا پورا ہو جانا اس حدیث کو مرتبۂ ظن سے یقین کے اعلیٰ درجہ تک پہنچا دیتا ہے اور ایسی حدیث کے ہم رتبہ اور یقینی مرتبہ میں ہم پلّہ کوئی حدیث نہیں ہوسکتی گو بخاری کی ہو یا مسلم کی..... پس دار قطنی کا فخر ہے جس کی حدیث ایسی صفائی سے پوری ہوگئی۔“

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 140 حاشیہ)

کلام المہدی علیہ السلام

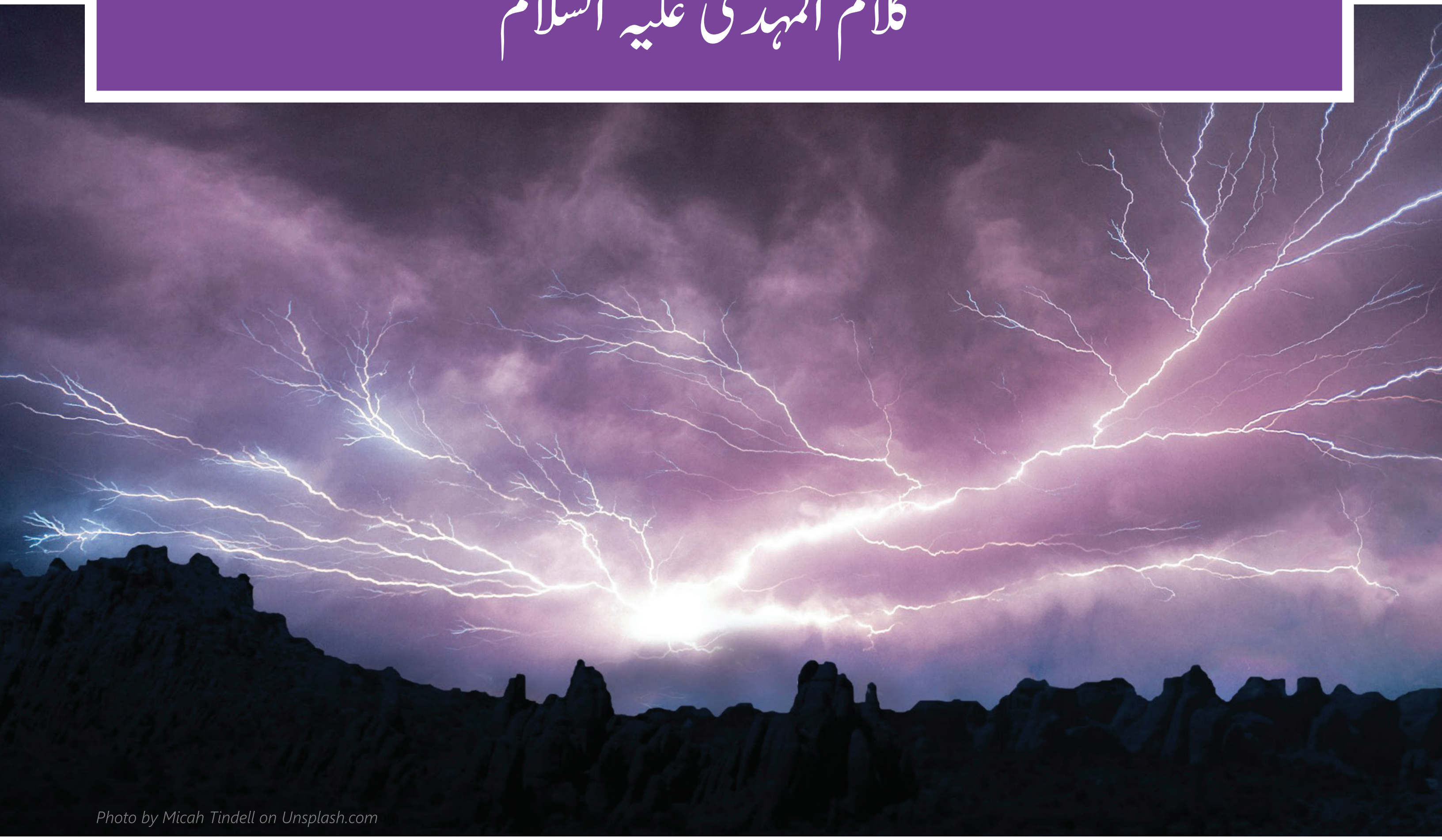

Photo by Micah Tindell on Unsplash.com

”مَیں حق پر ہوں اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے موافق میرا دعویٰ ہے اور ہزارہا نشان میری سچائی کے گواہ ہیں اور آئندہ بھی طالبِ حق کے لئے نشانوں کا دروازہ بند نہیں اور جو کچھ مخالفوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی، یہ اُن کی نابینائی ہے ورنہ سب پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں اور بعض پوری ہونے والی ہیں.....

اے نادان! اوّل تعصب کا پردہ اپنی آنکھ پر سے اُٹھا تب تجھے معلوم ہو جائے گا کہ سب پیشگوئیاں پوری ہو گئیں۔ خدا تعالیٰ کی نصرت ایک تُند اور تیز دریا کی طرح مخالفوں پر حملہ کر رہی ہے پر افسوس کہ ان لوگوں کو کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔ زمین نے نشان دکھلائے اور آسمان نے بھی اور دوستوں میں بھی نشان ظاہر ہوئے ہیں اور دشمنوں میں بھی مگر اندھے لوگوں کے نزدیک ابھی کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا لیکن خدا اس کام کو ناتمام نہیں چھوڑے گا جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلاوے۔

مخالف چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں اور ان کا کوئی ایسا داؤ چل جائے کہ میرا نام و نشان نہ رہے مگر وہ ان خواہشوں میں نامراد رہیں گے اور نامرادی سے مریں گے اور بہتیرے اُن میں سے ہمارے دیکھتے دیکھتے مر گئے اور قبروں میں حسرتیں لے گئے مگر خدا تمام میری مرادیں پوری کرے گا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا سکے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی کا ہو جاتا ہے تو اُس کو بھی اُس کا ہونا ہی پڑتا ہے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 304، 305)

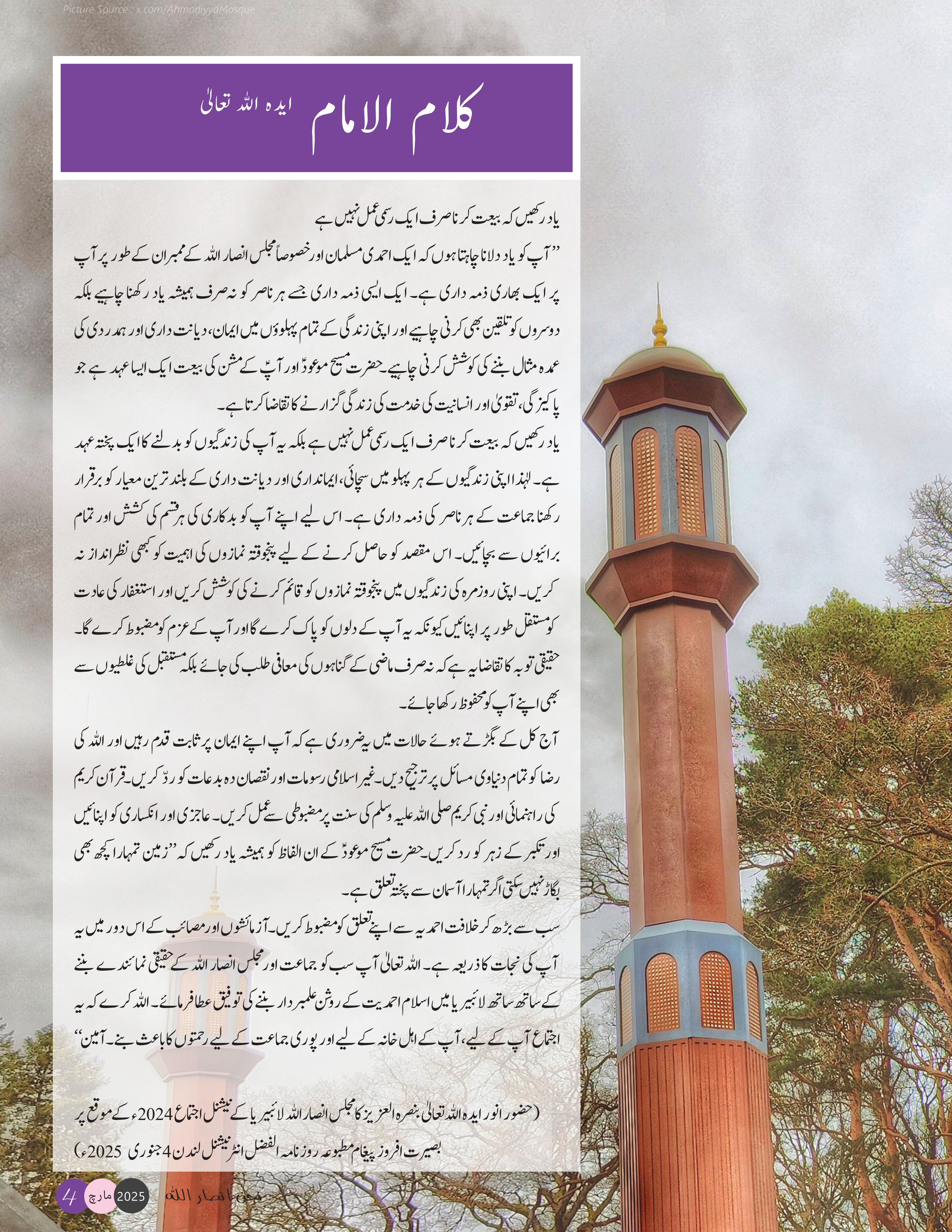

Picture Source : x.com/AhmadiyyaMosque

کلام الامام ایدہ اللہ تعالیٰ

یاد رکھیں کہ بیعت کرنا صرف ایک رسمی عمل نہیں ہے

”آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک احمدی مسلمان اور خصوصاً مجلس انصار اللہ کے ممبران کے طور پر آپ پر ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ ایک ایسی ذمہ داری جسے ہر ناصر کو نہ صرف ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے بلکہ دوسروں کو تلقین بھی کرنی چاہیے اور اپنی زندگی کے تمام پہلوؤں میں ایمان، دیانت داری اور ہمدردی کی عمدہ مثال بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے مشن کی بیعت ایک ایسا عہد ہے جو پاکیزگی، تقویٰ اور انسانیت کی خدمت کی زندگی گزارنے کا تقاضا کرتا ہے۔

یاد رکھیں کہ بیعت کرنا صرف ایک رسمی عمل نہیں ہے بلکہ یہ آپ کی زندگیوں کو بدلنے کا ایک پختہ عہد ہے۔ لہٰذا اپنی زندگیوں کے ہر پہلو میں سچائی، ایمانداری اور دیانت داری کے بلند ترین معیار کو برقرار رکھنا جماعت کے ہر ناصر کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو بدکاری کی ہر قسم کی کشش اور تمام برائیوں سے بچائیں۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے پنجوقتہ نمازوں کی اہمیت کو کبھی نظرانداز نہ کریں۔ اپنی روزمرہ کی زندگیوں میں پنجوقتہ نمازوں کو قائم کرنے کی کوشش کریں اور استغفار کی عادت کو مستقل طور پر اپنائیں کیونکہ یہ آپ کے دلوں کو پاک کرے گا اور آپ کے عزم کو مضبوط کرے گا۔ حقیقی توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ نہ صرف ماضی کے گناہوں کی معافی طلب کی جائے بلکہ مستقبل کی غلطیوں سے بھی اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔

آج کل کے بگڑتے ہوئے حالات میں یہ ضروری ہے کہ آپ اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیں اور اللہ کی رضا کو تمام دنیاوی مسائل پر ترجیح دیں۔ غیر اسلامی رسومات اور نقصان دہ بدعات کو ردّ کریں۔ قرآن کریم کی راہنمائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر مضبوطی سے عمل کریں۔ عاجزی اور انکساری کو اپنائیں اور تکبر کے زہر کو رد کریں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ان الفاظ کو ہمیشہ یاد رکھیں کہ ”زمین تمہارا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتی اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے۔

سب سے بڑھ کر خلافت احمدیہ سے اپنے تعلق کو مضبوط کریں۔ آزمائشوں اور مصائب کے اس دور میں یہ آپ کی نجات کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو جماعت اور مجلس انصار اللہ کے حقیقی نمائندے بننے کے ساتھ ساتھ لائبیریا میں اسلام احمدیت کے روشن علمبردار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کرے کہ یہ اجتماع آپ کے لیے، آپ کے اہل خانہ کے لیے اور پوری جماعت کے لیے رحمتوں کا باعث بنے۔ آمین“

(حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا مجلس انصار اللہ لائبیریا کے نیشنل اجتماع 2024ء کے موقع پر بصیرت افروز پیغام مطبوعہ روزنامہ الفضل انٹرنیشنل لندن 4 جنوری 2025ء)

فارسی منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شان احمد را که داند جُز خداوندِ کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
احمد کی شان کو سوائے خداوند کریم کے کون جان سکتا ہے وہ اپنی خودی سے اس طرح الگ ہو گیا کہ میم درمیان سے گر گیا

زاں نمط شد محوِ دلبر کز کمال اتحاد
پیکر او شد سراسر صورتِ ربِّ رحیم
وہ اپنے معشوق میں اس طرح محو ہو گیا کہ کمال اتحاد کی وجہ سے اس کی صورت بالکل رب رحیم کی صورت بن گئی

بوئے محبوبِ حقیقی میدہد زاں روئے پاک
ذاتِ حقّانی صفاتش مظہرِ ذاتِ قدیم
محبوب حقیقی کی خوشبو اس کے چہرہ سے آرہی ہے اس کی حقانی ذات خدائے قدیم کی ذات کی مظہر ہے

گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دلِ احمد نمے بینم دگر عرشِ عظیم
خواہ کوئی مجھے الحاد اور گمراہی سے ہی منسوب کرے مگر میں تو احمد کے دل جیسا اَور کوئی عظیم الشان عرش نہیں دیکھتا

منت ایزد را که من بر رغم اہل روزگار
صد بلا را مے خرم از ذوق آں عین النعیم
خدا کا شکر ہے کہ میں دنیا داروں کے برخلاف اُس سر چشمہ نعمت کی خواہش کی وجہ سے سینکڑوں دکھ خریدتا ہوں

از عنایاتِ خدا و از فضل آں دادار پاک
دشمن فرعونیانم بہرِ عشق آں کلیم
خدا کی مہربانیوں اور اُس ذاتِ اقدس کے فضل و کرم سے مَیں بھی اُس کلیم کی محبت کی خاطر فرعونی لوگوں کا دشمن ہوں

آں مقام و رتبتِ خاصش که بر من شد عیاں
گفتمے گر دیدمے طبعے دریں راہے سلیم
اس کا وہ خاص مقام اور مرتبہ جو مجھ پر ظاہر ہوا میں اس کا ضرور ذکر کرتا اگر اس راہ میں سلیم فطرت والا پاتا

در رہِ عشق محمدؐ ایں سَر و جانم رَود
ایں تمنا ایں دعا ایں در دِلم عزم صمیم
محمدؐ کے عشق میں میرا سر اور میری جان قربان ہو۔ یہی میری خواہش ، میری دعا اور میرا دلی ارادہ ہے ۔

(توضیح مرام، روحانی خزائن جلد نمبر 3 ص 62-63)

Photo by My Nguyen on Unsplash.comom

مرا مطلوب و مقصود و تمنا خدمت خلق است

ماہِ رمضان المبارک میں ایثار اور قربانی کا سبق

(قیادت ایثار، مجلس انصار اللہ کینیڈا)

رمضان المبارک کا مہینہ ہمیں بہت سی نیکیوں اور اعمال حسنہ کی ترغیب دیتا ہے۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اپنے اسوہ حسنہ سے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ جو نیکیاں ہم سارا سال بجا لانے کی کوشش کرتے ہیں ماہ رمضان میں ان کی طرف مزید توجہ اور اضافہ ہونا چاہیے۔ رمضان کا بابرکت مہینہ عبادات کے علاوہ ہمیں ایثار اور قربانی کا درس بھی دیتا ہے کہ ایک انسان روزہ رکھ کر بھوک کی کیفیت کو محسوس کر کے غرباء اور نادار لوگوں کا احساس اپنے اندر پیدا کرے اور ان کی بھوک اور پیاس مٹانے کی کوشش کرے۔ یہی احساس ایک مومن کو اپنے اندر ایثار اور قربانی کا جذبہ پیدا کرنے کی توفیق دیتا ہے اور اس ایک مہینے کے سبق کے نتیجے میں پھر وہ سارا سال ضرورت مند لوگوں کے کام آنے کی توفیق پاتا ہے۔ قرآن کریم نے رمضان کے روزوں کی فرضیت کے ساتھ ہی فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ کے الفاظ میں غریب اور مسکین لوگوں کا خیال رکھنے کا فرمایا ہے، حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ اس قرآنی فرمان کے متعلق فرماتے ہیں: ”یہ صدقۃ الفطر کی طرف اشارہ ہے چنانچہ تعامل سے ثابت ہے کہ ہر روزہ دار نمازِ عید سے پہلے ایک مسکین کا کھانا صدقہ دیتا ہے اور میرا اپنا طرز پسندیدہ جو آثارِ سلف کے مطابق ہے یہ ہے کہ خود روزہ رکھا اور اپنی روٹی کسی غریب کو کھلا دی....“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 454۔ زیر تفسیر سورۃ البقرۃ: آیت نمبر 185)

پس صدقۃ الفطر میں یہ سکھایا گیا ہے کہ روزے کی حالت میں بھوکا رہ کر انسان کو بھوکے بھائی کی تکلیف کا احساس ہو اس طرح اس احساس کے ذریعے غرباء کی مشکل آسان بنانے کی ترغیب دی گئی ہے۔

یہ صدقۃ الفطر وہی ہے جس کو عرف عام میں فطرانہ کہا جاتا ہے اور حدیث میں اسے زکوٰۃ الفطر بھی کہا گیا ہے اور اس کی سخت تاکید فرمائی گئی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے:

فَرَضَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ زَکَاۃَ الْفِطْرِ....... عَلَی الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّکَرِ وَالأُنْثَی، وَالصَّغِیرِ وَالْکَبِیرِ مِنَ الْمُسْلِمِینَ

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب فرض صدقۃ الفطر)

یعنی آنحضرت ﷺ نے ہر مسلمان پر آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت، بڑا ہو یا چھوٹا، زکوٰۃ الفطر (یعنی صدقۃ الفطر یا فطرانہ) کو لازمی قرار دیا ہے۔

پس صدقۃ الفطر تو رمضان کا فرض پہلو ہے جو قرآن و حدیث نے بیان فرمایا ہے، اس فرض کے علاوہ ایک مومن کو نفل کے طور پر اس ایثار اور قربانی کے پہلو کو بجالانا چاہیے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”نوافل صرف نماز سے ہی مختص نہیں بلکہ ہر ایک حسنات میں زیادتی کرنا نوافل ادا کرنا ہے۔ مومن محض خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے اُن نوافل کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ اس کے دل میں ایک درد ہے جو اسے بے چین کرتا ہے اور وہ دن بہ دن نوافل و حسنات میں ترقی کرتا جاتا ہے اور بالمقابل خدا تعالیٰ بھی اس کے قریب ہوتا جاتا ہے....“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 30)

حضرت نبی اکرم ﷺ کی ذات اطہر ہمارے لیے اس پہلو میں بھی حسین نمونہ پیش کرتی ہے، رمضان المبارک میں مالی قربانی کی کیا اہمیت ہے اس کا عملی سبق ہمیں اُسوہ رسولؐ سے سیکھنے کو ملتا ہے چنانچہ روایت میں آتا ہے کَانَ النَّبِيُّ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ

بِالْخَيْرِ، وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ،... كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ.

(بخاری کتاب الصوم باب اَجْوَدُ مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَكُونُ فِي رَمَضَانَ)

یعنی آنحضرت ﷺ لوگوں میں سے سب سے زیادہ سخی تھے اور آپؐ رمضان کے مہینے میں اور بھی زیادہ سخی ہوجاتے تھے .... آپؐ سخاوت میں تیز آندھی سے بھی زیادہ بڑھ جاتے تھے۔ پس آنحضور ﷺ کا یہ پاکیزہ نمونہ ہمیں مالی قربانی اور ایثار کا عظیم درس دیتا ہے کہ رمضان کے مہینے میں تو سخاوت نبویؐ شدید آندھی کی سی صورت اختیار کر لیتی تھی ہاں یہ بھی درست ہے کہ باقی سارا سال بھی اس میں کبھی کمی نہیں آئی۔ آپؐ کے سکھائے گئے اس عظیم سبق کو صحابہ کرامؓ نے بھی یاد رکھا اور ایثار اور قربانی کی خوبصورت مثالیں امت مسلمہ کے لیے باقی چھوڑیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بیان ہوا ہے کہ ایک مرتبہ اُن کے پاس ایک عورت سوالی بن کر آئی اور اس کے ساتھ اُس کی دو بیٹیاں بھی تھیں، اُس وقت حضرت عائشہؓ کے پاس صرف ایک کھجور تھی جو انہوں نے اس مانگنے والی عورت کو دے دی۔ اُس عورت نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کیے اور اپنی دونوں بیٹیوں کو دے دیے اور خود اس میں سے کچھ بھی نہ کھایا اور پھر وہ وہاں سے چلی گئی۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ باب اتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ)

یہ روایت حضرت عائشہؓ کے زہد و تقویٰ اور آپ کے ایثار کو ظاہر کرتی ہے، گھر میں صرف ایک کھجور کا ہونا آپؓ کے صدقہ و خیرات کی عادت کی نشاندہی کرتا ہے اور پھر وہ بھی ایک عورت کے مانگنے پر دے دینا آپؓ کے ایثار کو نمایاں کرتا ہے۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں تاریخ اسلام میں بھری پڑی ہیں جو غرباء کے ساتھ ہمدردی، ان کی ضروریات کا خیال رکھنا اور ان کی تنگی کو دور کرنے کا سبق اپنے اندر رکھتی ہیں بلکہ اپنی جان پر اُن کو مقدم کرنے کا نمونہ بھی رکھتی ہیں۔ پس رمضان کا مہینہ اس سبق کی یاد دہانی کا بھی مہینہ ہے اس لیے اس رحمتوں بھرے مہینے میں اس رحمت کے دروازے سے بھی داخل ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ مغفرت کا مہینہ ہے چنانچہ بخشش اور مغفرت کے اس طریق پر بھی عمل کرنے کی ضرورت ہے، سورۃ النور کی آیت 23 کا پیغام ”کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے“ اسی انفاق فی سبیل اللہ کی تلقین کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس ملک میں بے شمار فضلوں سے نوازا ہے اور زندگی کی سب آسائشیں ہمیں یہاں بفضلہٖ تعالیٰ میسر ہیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ جب ہمیں انفاق و ایثار کا سبق یاد کراتا ہے تو بعض دفعہ سوچتے ہیں کہ ہمارے ارد گرد ماشاء اللہ سب خوشحال ہیں، ہم کہاں خرچ کریں؟ کس کو کھلائیں؟ کس کی تنگی کو کم کرنے میں مدد دیں۔ کچھ لوگ تو دوسرے ملکوں میں اپنے جاننے والوں کے ذریعے اس نیکی کی ادائیگی کرتے ہیں لیکن کئی ایسے ہیں جو دیگر ممالک میں روابط نہ ہونے کی وجہ سے اسی ملک میں راہ مولیٰ میں خرچ کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور اس کی تکمیل کے لیے وہ راستے تلاش کرتے ہیں جن سے ضرورت مندوں کی مدد کی جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں خلافت جیسی نعمت میسر ہے جس کی ہدایات کی روشنی میں جماعت میں متعدد خدمت انسانیت کے پروگرام موجود ہیں۔ مجلس انصار اللہ کینیڈا بھی امام وقت کی ہدایات کی روشنی میں مختلف طریقوں سے خدمت انسانیت میں مصروف عمل ہے۔ قیادت ایثار کے تحت مقامی نادار لوگوں کی امداد، یتامیٰ اور مرضیٰ کی خبر گیری، ضعیف افراد کے وزٹ، افریقہ میں پانی کے کنووں کے منصوبے، Belize میں لوگوں کو میٹھے پانی کی فراہمی، کینیڈا میں نئے آنے والے افراد کی مدد، وفات یافتہ لوگوں کی تجہیز و تکفین میں مدد وغیرہ جیسے کئی پروگرام جاری ہیں۔ پس اس مبارک مہینے میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہوئے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ان پروگراموں کو بھی کامیاب بنایا جائے اور ان مدات میں بھی مالی حصہ ڈالا جائے بلکہ یہ پروگرام تو سارا سال جاری رہتے ہیں لہذا سارا سال حسب توفیق اس میں کار خیر میں شامل ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط بیعت میں نویں شرط میں بیان فرمایا ہے: ”یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔“ ہمیں ہر وقت یہ دیکھتے رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں کتنی طاقتوں اور نعمتوں سے نوازا ہے پھر اس کے شکرانے کے طور پر محض للہ بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرنی چاہیے اور شعبہ ایثار مجلس انصار اللہ کے تحت ہونے والے یہ پروگرام بھی بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کا ہی ایک ذریعہ ہیں۔ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پس رمضان کی برکات سے فیضیاب ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ایک ذریعہ ہے اس لیے آنحضرت ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اس طرف بھی توجہ دینی چاہیے۔ اموال کی قربانی بھی تزکیہ نفس کے لیے ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ رمضان کی برکتوں کو سمیٹنے والے ہوں اور ہمارے روزے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنے کے لیے ہوں اور پھر یہ برکتیں ہمیشہ ہماری زندگیوں کا حصہ بن جائیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 7/ اکتوبر 2005ء۔ خطبات مسرور جلد سوم صفحہ 603)

ہستی باری تعالیٰ

سالانہ مقابلہ مضمون نویسی 2024ء میں اول انعام کا حقدار مضمون

منیب احمد ۔ بیت العافیت، سسکاٹون

ہستی باری تعالیٰ کے اقرار و انکار کی بحث صدیوں پرانی ہے۔ اسلامی علم الکلام کی کتابوں میں ان مباحث کی کچھ تفاصیل محفوظ ہیں۔ مختلف زمانوں میں دلائل کی نوعیت متعلقہ زمانے کے علمی مسلمات کے پس منظر میں اپنی تفاصیل کے اعتبار سے گو ایک دوسرے سے کچھ مختلف بھی رہی ہے، لیکن بنیادی استدلال ایک ہی رہا ہے کہ یہ کائنات خود بخود نہیں ہوسکتی، اس کا کوئی نہ کوئی پیدا کرنے والا ہونا چاہیے اور وہ خدا ہے۔ مخالفین کا جواب ہوتا ہے کہ اچھا تو پھر خدا خود بخود کیسے ہوسکتا ہے، اس کا بھی کوئی پیدا کرنے والا ہونا چاہیے۔ پھر اس پر جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ لمبا چلتا ہے۔ یہ بحثیں فلسفے، منطق اور سائنس کی اصطلاحات سے بھرپور ہوتی ہیں، اس لیے ان میں دلچسپی رکھنے والوں کا دائرہ اکثر علمی حلقوں تک محدود رہا ہے۔ اکثر اوقات یہ بحثیں دو افراد کی ذہنی صلاحیتوں اور مناظرانہ مہارتوں کی ایک کشتی بن کر رہ جاتی ہیں اور جو فریق غالب آجاتا ہے، ضروری نہیں کہ وہ سچ پر بھی ہو۔

لیکن مزید تفاصیل میں جانے سے پہلے استدلال کی نوعیت کے حوالے سے ایک تمہیدی گزارش کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بیان ہوئی ہے کہ وہ عَالِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّہَادَۃِ ہے۔ (سورۃ الرعد:10) یعنی وہ غائب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ چنانچہ عالم دو ہیں۔ ایک عالم غائب جو انسانی حواس سے بالا اور پوشیدہ ہے اور دوسرا عالم حاضر جو ہمارے حواس کی دسترس میں ہے۔ عالم حاضر پر ہم براہ راست استدلال کر سکتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے چاند نکل آیا ہے، تو ہم براہ راست اپنی آنکھوں سے چاند کو دیکھ کر اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں۔ البتہ وہ چیزیں جو عالم غائب میں وجود رکھتی ہیں، اگر ان کے بعض آثار و اثرات ہمارے حواس کی دسترس میں ہوں تو ان سے ہم اُن چیزوں کے وجود کا عقلی استنباط کر سکتے ہیں۔ یعنی شہود سے غائب پر استدلال، جو کہ ایک بالواسطہ استدلال ہے۔ نیوٹن کا سیب کو گرتے ہوئے دیکھ

کر کشش ثقل کے وجود پر استدلال کرنا اس کی ایک مثال ہے۔ کسی چیز کے وجود پر براہ راست استدلال ایک یقینی استدلال ہے۔ جبکہ بالواسطہ استدلال اس چیز کے وجود کے امکان اور ضرورت کو ثابت کرتا ہے، ضروری نہیں کہ وہ چیز واقعتاً موجود بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے وجود پر قرآن کریم کا استدلال ایک براہ راستہ استدلال ہے جبکہ عقلی استدلال ایک بالواسطہ استدلال ہے۔

مذکورہ بالا متکلمین کی بحثیں بالعموم عقلی استدلال تک محدود رہی ہیں۔ یہاں عقلی استدلال سے مراد ایسا استدلال ہے جس کی بنیاد فقط علم بالحواس پر ہو، علم بالوحی پر نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے ہمارا طرز استدلال کیا ہونا چاہیے؟ پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم اس سلسلے میں ہمیں کیا رہنمائی کرتا ہے۔

ہستی باری تعالیٰ اور قرآن کریم کا طرز استدلال:

اس تعلق میں قرآن کریم کی درج ذیل آیات قابل غور ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (الانعام: 104)

آنکھیں اس کو نہیں پا سکتیں ہاں وہ خود آنکھوں تک پہنچتا ہے۔ (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

اس آیت کا یہ مفہوم ہے کہ ذات وصفات باری انسانی حواس کی دسترس سے بالا ہیں۔ عقل اپنا کام سرانجام دینے کے لیے علم کی محتاج ہے۔ علم انسان اپنے حواس کے ذریعے حاصل کرتا ہے اور حواس میں وہ تمام سائنسی آلات بھی شامل ہیں جو انسان نے اپنے حواس کی مدد اور آسانی کے لیے بنا رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات چونکہ ماوراء المحسوسات ہے، اس لیے ظاہری حواس کے ذریعے اس کی براہ راست شناخت انسان کی عقلی اور علمی صلاحیتوں سے بالا ہے۔ وہ ہر انسان کی استعداد، اس کے تقویٰ کے معیار اور اس کی، پیاس کے مطابق جب چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اس پر خود ظاہر ہوتا ہے۔

چنانچہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ کی ذات تو مخفی در مخفی اور غیب در غیب اور وراء الوراء ہے اور کوئی عقل اس کو دریافت نہیں کر سکتی جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ یعنی بصارتیں اور بصیرتیں اس کو پا نہیں سکتیں اور وہ ان کے انتہا کو جانتا ہے اور ان پر غالب ہے۔“ (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن، جلد 4، صفحہ 148-147)

اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے ابصار کا ایک معنی علم قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے: ”ابصار علم کو بھی کہتے ہیں۔ اس لیے اس کا یہ مطلب ہوا کہ تم خدا کو ان ظاہری آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ اپنے علم اور اپنے فہم سے بھی نہیں دیکھ یا معلوم کر سکتے۔“ (ہستی باری تعالیٰ صفحہ 28)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی ایک یہ صفت بیان ہوئی ہے کہ: اَللّٰهُ الصَّمَدُ (الاخلاص: 3)

اللہ بے احتیاج ہے۔ (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع)

یعنی اللہ تعالیٰ کسی معاملے میں بھی کسی دوسرے کا محتاج نہیں۔ وہ اپنی ذات وصفات کے اظہار کے لیے، اپنے وجود کے اثبات کے لیے، اپنی شناخت اور معرفت کے لیے بھی ہرگز انسانی عقلوں اور انسانی کوششوں کا محتاج نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام منکرین الہام کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ان کا یہ خیال ہے کہ ہم نے اپنی ہی عقل کے زور سے خدا کا پتہ لگایا ہے اور ہمیں انسانوں کو ابتدا میں یہ خیال آیا تھا کہ کوئی خدا مقرر کرنا چاہیے اور ہماری ہی کوششوں سے وہ گوشہ گمنامی سے باہر نکلا، شناخت کیا گیا، معبود خلائق ہوا، قابل پرستش ٹھہرا۔ ورنہ پہلے اس کو کون جانتا تھا، اس کے وجود کی کسے خبر تھی۔ ہم عقلمند لوگ پیدا ہوئے تب اس کے بھی نصیب جاگے۔ کیا یہ اعتقاد بت پرستوں کے اعتقاد سے کچھ کم ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا ہے کہ بت پرست لوگ اور اور چیزوں کو اپنا منعم اور محسن قرار دیتے ہیں اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر اپنی ہی دود آمیز عقل کو اپنی بادی اور محسن جانتے ہیں۔“ (براہین احمدیہ جلد سوم۔ روحانی خزائن جلد 1، صفحہ 166)

ان مندرجہ بالا دونوں نکات کا ماحصل یہ ہے کہ علم بالوحی سے صرف نظر کرتے ہوئے، ہستی باری تعالیٰ کی شناخت اور تفہیم کے لیے فقط عقلی استدلال پر انحصار نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔ اس لیے نہیں کہ وجود باری عقل کے خلاف ہے، بلکہ اس لیے کہ یہ عقل سے بالا ہے۔ چنانچہ حکماء نے ہستی باری تعالیٰ کے اثبات کے لیے کائنات کے وجود، اس کی ترتیب و ترکیب اور اندرونی نظم کے حوالے سے جو عقلی دلائل پیش کیے ہیں، ان سے وجود باری کی ضرورت تو ثابت ہوتی ہے۔ یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ خدا واقعۃً ہے بھی اور نہ ہی اس کی صفات کا علم ہو سکتا ہے۔ اس لیے عقلی استدلال کی اہمیت تائیدی نوعیت کی ہی ہو سکتی ہے۔ ہستی باری تعالیٰ کا بنیادی اور یقینی استدلال انبیاء کے وجود اور کلام الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔

قرآن کریم سے ہستی باری تعالیٰ پر استدلال

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کے وجود کی سب سے محکم دلیل موجودہ زمانے میں وقوع پذیر ہونے والے حالات و واقعات اور اس زمانہ میں دریافت ہونے والے بہت سے سائنسی حقائق قرآن کریم میں مذکور ہیں مثلاً سورج اور زمین ساکت نہیں بلکہ اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں (الانبیا: 34، النمل: 89)، کائنات ہر آن وسعت پذیر ہے (الذّٰریات: 48)، بگ بینگ سے اس کائنات کے آغاز اور کسی بلیک ہول میں

اس کے اختتام کا تصور (لانبیاء:31، الانبیاء:105)، کائنات میں زمین کے علاوہ کسی اور جگہ حیات کی موجودگی کا امکان (الشوریٰ:30)، زمین پر زندگی کے آغاز اور ارتقا کا موجودہ تصور (لانعام:3، الرحمٰن:15)، موجودہ دور کے ذرائع مواصلات اور ذرائع آمد و رفت (التکویر:8,5) اور ایسے ہی درجنوں اور سائنسی حقائق جو قرآن کریم کے نزول کے صد ہا سال بعد منکشف ہوئے لیکن یہ سب قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ یہ قطعی شہادت اس بات کی ہیں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ ورنہ ایک ایسا شخص جو لکھنا پڑھنا بھی نہیں جانتا تھا، چودہ سو سال پہلے یہ باتیں کیسے بیان کرسکتا ہے۔ کوئی بھی غیر متعصب انسان اگر ان حقائق کو سنجیدگی سے دیکھے تو وہ بلا تردد اس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ انسانی کلام نہیں ہوسکتا۔ یہ یقیناً کسی عالم الغیب والشہادہ ہستی کا کلام ہے اور یہی ہستی باری تعالیٰ کا سب سے بین ثبوت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس حوالے سے فرماتے ہیں:

”آسمان و زمین کے وجود پر اگر کوئی کم بخت دہریہ شک کرے تو کرے کہ یہ قدیم سے چلے آتے ہیں۔ پر ایک کلام کو انسانی طاقتوں سے بالا تسلیم کر کے پھر انسان اس اقرار کرنے سے کہاں بھاگ سکتا ہے کہ خدا فی الواقع موجود ہے جس نے اس کتاب کو نازل کیا۔ علاوہ اس کے اس جگہ خدا کا وجود ماننا صرف اپنا ہی قیاس نہیں بلکہ وہی کتاب بطور خبر واقعہ کے یہ بتلاتی ہے کہ خدا موجود ہے اور جزا سزا برحق ہے۔ پس جس یقین کامل کو طالب حق زمین و آسمان میں تلاش کرتا ہے اور نہیں پاتا وہ مراد اس کو اس جگہ مل جاتی ہے۔ لہٰذا دہریہ کو خدا کے قائل کرنے کے لیے جیسا کلام بے مثل سے علاج متصور ہے ویسا زمین و آسمان کے ملاحظہ سے ہرگز ممکن نہیں۔“

(براہین احمدیہ حصہ سوم۔ روحانی خزائن جلد 1، صفحہ 158)

وہ لوگ جو ہستی باری تعالیٰ پر مختلف سوالات اٹھاتے ہیں، قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیت اُن کو براہ راست مخاطب کرتی ہے۔ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (سورۃ البقرۃ:187) اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً میں قریب ہوں۔ میں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔ (ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع) ویسے تو بہت سے لوگ اپنی دنیاوی اغراض کے لیے دعا کرتے ہیں۔ بعض اوقات وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی دعا کا جواب پا لیتے ہیں اور بعض اوقات بعض نہیں بھی پاتے۔ ایسے لوگ اس آیت کے اولین مخاطب نہیں۔ بلکہ یہاں بالخصوص وہ لوگ مخاطب ہیں جو اپنے ذہنوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود کے بارے میں شکوک رکھتے ہیں۔ کیونکہ لفظ ”عنی“ سوالات کی نوعیت کی تخصیص کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ”پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں یہ ثابت کرتا ہے کہ یہاں پہلے مخاطب وہ لوگ ہیں جو ابھی تک ایمان نہیں لائے اور اس بارے میں متردد ہیں۔ چنانچہ اس آیت کریمہ کا پیغام یہ ہے کہ اگر ایسے لوگ دعا کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اس کے وجود کا ثبوت چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسی دعا کا ضرور ہی جواب دے گا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تفسیر کبیر میں ہستی باری تعالیٰ کے بارہ میں شکوک و شبہات سے رہائی حاصل کرنے کا طریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ سچے دل سے دعا کریں کہ اے خدا اگر تو ہے اور جس طرح تیرے ماننے والے کہتے ہیں تو غیر محدود طاقتوں کا مالک ہے تو تو ہم پر رحم فرما اور ہمیں بھی اپنی طرف ہدایت دے اور ہمارے دل میں بھی یقین اور ایمان ڈال دے تا کہ ہم تیری محبت سے محروم نہ رہیں اور تیرے وجود کے قائل ہو جائیں۔ اگر اس طرح سچے دل سے کوئی شخص دعا کرے اور کم سے کم 40 دن تک لگا تار کرتا چلا جائے تو خواہ اس کے دل میں کتنے بھی تاریک پردے پڑ چکے ہوں اور خواہ وہ کسی ملک کا باشندہ ہو، رب العالمین خدا اس کو ضرور ہدایت دے گا۔ اور وہ جلد دیکھ لے گا کہ اللہ تعالیٰ اس پر ایسے رنگ میں اپنا وجود ظاہر کرے گا کہ اس کے دل سے شکوک و شبہات کی تاریکی بالکل دور ہو جائے گی اور اس کی روح خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ناصیہ فرسا ہو جائے گی۔“ (تفسیر کبیر۔ جلد 10، صفحہ 475) چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ خدا کا کلام اور دعا کا جواب دینا، دونوں خدا کے وجود پر براہ راست استدلال ہیں۔

ہستی باری تعالیٰ پر عقلی استدلال

ہم پہلے بات کر چکے ہیں کہ خدا اپنے وجود کے انکشاف کے لیے انسانی کوششوں کا محتاج نہیں اور نہ ہی ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت محض استنباطی اور قیاسی دلائل پر منحصر ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ ان استنباطی دلائل سے بھی واقعتاً خدا کے وجود کی ضرورت ثابت ہوتی ہے اور دہریہ بھی فقط عقلی استدلال پر اصرار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس حوالے سے چند اہم نکات درج ذیل ہیں۔

ہستی باری تعالیٰ پر جب بھی بات ہو تو دہریہ حضرات کی طرف سے ایک سوال ضرور پوچھا جاتا ہے کہ اگر اس کائنات کو خدا نے بنایا ہے تو خدا کو کس نے بنایا؟ جبکہ یہ سوال ان کی طرف سے بنتا نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے ہاں چیزیں بے سبب بھی ہوسکتی ہیں، اسی لیے تو وہ کائنات کو بے سبب مانتے ہیں۔ تو پھر خدا کے بے سبب ہونے پر ان کو بھلا کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ دراصل یہ دو بے سبب میں سے ایک بے سبب کے انتخاب

کا معاملہ ہے۔ ہمارے نزدیک عقلاً خدا کو بے سبب ماننا زیادہ قرین قیاس ہے۔ ہر کس و ناکس طبیعات کے اس مسلمہ قانون سے واقف ہے کہ اس مادی دنیا میں کوئی چیز بے سبب نہیں ہوسکتی تو اگر اس قانون کا اطلاق فرداً فرداً کائنات کی ہر چیز پر ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ مجموعی طور پر ساری کائنات پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ طبیعات کے اسی قانون کے پیش نظر ہم کائنات کو بے سبب نہیں مانتے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس قانون کا اطلاق ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس قانون کا اطلاق ہم زمان و مکان کے اندر کی چیزوں پر کر سکتے ہیں اس سے باہر تو نہیں کر سکتے، کیونکہ ہمیں معلوم نہیں کہ وہاں چیزوں کی کیا نوعیت ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات زمان و مکان سے بالا ہے اس لیے اُس پر اس قانون کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے نزدیک عقلاً اور اصولاً کائنات کی نسبت خدا کو بے سبب ماننا ہی زیادہ قرین قیاس ہے۔ ویسے حیرت ہے کہ بعض سائنسدان سائنس کے مسلمہ قانون کو توڑ کر کائنات کو بے سبب مانتے ہیں اور پھر سائنس دان بھی کہلاتے ہیں اور ہم سائنس کے قانون کو ملحوظ رکھتے ہوئے کائنات کو بے سبب نہیں مانتے، پھر بھی سائنس سے منحرف گردانے جاتے ہیں۔

دہریہ حضرات سے بالعموم یہ فقرہ سننے کو ملتا ہے کہ خدا کے وجود پر کوئی سائنسی دلیل نہیں ہے۔ ہم اکثر اس کائنات کے وجود، اس کی ناقابل تصور ترتیب و ترکیب اور باریک در باریک قوانین قدرت میں بندھا ہوا حیران کن نظام خدا کے وجود پر دلیل ٹھہراتے ہیں لیکن ان کے نزدیک یہ کوئی سائنسی دلیل نہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا شہود سے غائب پر استدلال کرنا غیر سائنسی دلیل ہے؟ مثلاً کشش ثقل ہمارے ظاہری حواس کی دسترس سے باہر ہے۔ نیوٹن نے سیب کو زمین پر گرتے دیکھ کر کشش ثقل کے وجود کا عقلی استنباط کیا۔ آج یہ سائنس کی مسلمہ حقیقت ہے۔ ہم آلات کی مدد سے کشش ثقل کی پیمائش نہیں کرتے، اُس کے اثرات کی پیمائش کرتے ہیں۔ کشش ثقل آج بھی عالم غیب میں ہے۔ تو کیا نیوٹن نے جو سیب کو گرتے دیکھ کر کشش ثقل پر استدلال کیا، کیا یہ غیر سائنسی استدلال تھا؟ یا آج سائنس دان جو پانچ فیصد شہود سے پچانوے فیصد غائب یعنی تاریک مادے اور تاریک طاقت کے وجود کا استنباط کر رہے ہیں، تو کیا یہ غیر سائنسی استدلال ہے؟

اگر کسی دہریہ سے گفتگو ہو اور آپ اس سے پوچھیں کہ ہستی باری تعالیٰ کا کس طرح کا ثبوت آپ کو مطمئن کر سکتا ہے تو اکثر اوقات جواب ملے گا کہ مجھے خدا کے وجود کا ''سائنسی ثبوت'' چاہیے بعض کے ذہن میں ''سائنسی ثبوت'' کا یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حقائق کو جانچنے پرکھنے کا جو طریق اور معیار موجودہ دور کی جدید سائنس میں مروج اور مسلم ہے، یہ ثبوت اس پر پورا اترتا ہو۔ اور بعض اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ خدا کے وجود اور عدم وجود کا فیصلہ فزکس اور کیمسٹری کی لیبارٹریوں میں کیا جائے۔ اب سائنس کی دنیا میں حقائق کی جانچ پرکھ کا کیا طریقہ ہے؟ یہی کہ ہم واقعات کی ایک توجیہہ کرتے ہیں پھر ممکن تجربات اور مشاہدات کے ذریعے اگر اس توجیہہ کی تصدیق ہو جائے تو ہم اسے ایک مسلمہ حقیقت کے طور پر تسلیم کر لیتے ہیں۔ مذہب میں اس سے مختلف کیا ہوتا ہے؟ لوگ انبیاء سے یہ پیغام سنتے ہیں کہ خدا ہے اور وہ اُن سے کلام کرتا ہے۔ اگر کوئی خدا سے اس کی تصدیق چاہتا ہے تو وہ دعا کرے اور خدا اسے جواب دے گا۔ جو لوگ دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے اور اپنے وجود اور نبی کی صداقت کی تصدیق کر دیتا ہے۔ یہ واقعہ مختلف زمانوں میں، دنیا کے مختلف حصوں میں ہزاروں مرتبہ دہرایا گیا اور ہر دفعہ ہزار ہا لوگوں نے تصدیق کی کہ خدا ہے اور وہ جواب دیتا ہے۔

کوئی کہہ سکتا ہے کہ جتنے لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں کیا اُن کا ایمان ذاتی تجربے کی بنیاد پر ہے؟ نہیں ہر گز نہیں۔ لیکن کیا دنیا میں جتنے لوگ سائنس کے مسلمہ حقائق کو تسلیم کرتے ہیں، کیا وہ ذاتی تجربے کی بنیاد پر تسلیم کرتے ہیں۔ جواب وہی ہے کہ نہیں ہر گز نہیں۔ تجربات تو چند سائنسدان کرتے ہیں، باقی تو سن کر مان لیتے ہیں۔ تو پھر سائنسی طرز استدلال اور مذہبی طرز استدلال میں کیا فرق ہوا؟ ہاں ہستی باری تعالیٰ کی جانچ پرکھ فزکس کی لیبارٹری میں نہیں ہوسکتی۔ بالکل اسی طرح جس طرح فزکس کا تجربہ کیمسٹری کی لیبارٹری میں نہیں ہوسکتا۔ یا جیسے آپ ستاروں اور سیاروں کو خوردبین سے اور ایٹم اور مالیکیول کو دوربین سے دیکھنے پر اصرار نہیں کرتے جس طرح سائنس کے تجربات کا طریقہ کار سائنسدان خود طے کرتے ہیں اور اس طریقہ کار سے ہٹ کر آپ کو مطلوبہ نتائج نہیں مل سکتے۔ اسی طرح خدا کو پانے کا طریقہ کار بھی اللہ اور اس کا رسول طے کرتے ہیں۔ ہم خود ساختہ طریقوں سے خدا کو ہر گز نہیں پا سکتے۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ خدا کا انسان سے کلام کرنا ایک انسان کا ذاتی تجربہ ہے۔ کسی دوسرے انسان کے لیے یہ کیسے دلیل بن سکتا ہے اور سائنسی اعتبار سے اس کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے۔ بات درست ہے کہ یہ ایک ذاتی تجربہ ہے لیکن ایک انسان کا نہیں، مختلف ادوار کے لاکھوں انسانوں کا تجربہ ہے۔ اور یہ دوسروں کے لیے اسی طرح دلیل بن سکتا ہے جس طرح سو پچاس سائنس دانوں کے تجربات اربوں انسانوں کے لیے دلیل بن جاتے ہیں۔ ویسے یہ بھی ایک مغالطہ ہے کہ ذاتی تجربہ سائنسی حقیقت نہیں ہوسکتا۔ چینی میٹھی ہے اور نمک نمکین، یہ میرا ذاتی تجربہ ہے۔ کسی دوسرے کو کیا معلوم کہ مجھے چینی میٹھی محسوس ہوئی ہے یا نمک نمکین۔ تو کیا یہ سائنسی حقیقت نہیں؟ کیا کسی صحت مند

انسان کو چینی کڑوی بھی محسوس ہوتی ہے؟ ہاں چینی سب کو میٹھی نہیں محسوس ہوتی، صرف اس کو میٹھی محسوس ہوتی ہے جو چینی اپنے منہ میں رکھتا ہے۔ دوسرے مٹھاس کا تصور تو کر سکتے ہیں لیکن مٹھاس کو محسوس نہیں کر سکتے۔ خدا کے کلام اور دعا کا بھی ایک ذائقہ ہے اور یہ چینی کی مٹھاس سے زیادہ بڑی سائنسی حقیقت ہے۔ ہاں خدا کے کلام کا ذائقہ وہی محسوس کرسکتا ہے جس سے خدا کلام کرتا ہے اور دعا کا پھل بھی وہی کھا سکتا ہے جو دعا کرتا ہے۔ جامی نے کیا خوب کہا ہے:

لذت بادہ عشقش زمن مست مپرس
ذوق ایں مئے نشناسی بخدا تانہ چشی

جو لوگ ہستی باری تعالیٰ کے منکر ہیں ان کا انکار ایک اور لحاظ سے بھی معقول اور دیانت داری پر مبنی نہیں۔ ان کا زیادہ سے زیادہ یہ کہنا بنتا ہے کہ ہمیں ہستی باری تعالیٰ کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی چیز کے وجود کا انکار کرنے کے لیے بھی آپ کو ویسی ہی معلومات کی ضرورت ہے جیسی اس چیز کے وجود کا اقرار کرنے کے لیے۔ مثلاً ایک کمرہ ہے جس کے تمام دروازے کھڑکیاں بند ہیں۔ نہ آپ اس کے اندر جا سکتے ہیں نہ اس کے اندر جھانک سکتے ہیں۔ اب اگر میں آپ سے پوچھوں کہ اس کمرے میں کوئی آدمی ہے کہ نہیں تو آپ یہی کہیں گے کہ مجھے معلوم نہیں۔ کیونکہ ہاں کہنے کے لیے بھی پورا کمرہ دیکھنے کی ضرورت ہے اور نہ کہنے کے لیے بھی۔ چنانچہ جو لوگ خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں کیا انہوں نے ساری کائنات گھوم پھر کے دیکھ لی ہے؟ سائنس دانوں کے مطابق اس کائنات میں مادہ صرف پانچ فیصد ہے، باقی پچانوے فیصد تو تاریک مادہ اور تاریک طاقت ہے۔ جس کے بارے میں کم از کم اب تک ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں کہ وہ کیا چیز ہے۔ اور یہ جو پانچ فیصد مادہ ہے وہ اربوں نوری سال تک پھیلا ہوا ہے۔ ہماری زمین اس کا کتنے فیصد ہوگی۔ اور ہم تو ڈھنگ سے ابھی زمین بھی نہیں دیکھ پائے۔ کیا آپ کی کوئی نہایت قیمتی چیز گھر میں ادھر اُدھر ہو جائے تو کیا آپ گھر کا پانچ فیصد حصہ دیکھ کر مطمئن ہو جائیں گے کہ وہ چیز گھر میں نہیں ہے؟ قطعاً نہیں۔ جب تک ہم اپنے گھر کا کونہ کونہ چھان نہ لیں اور اپنی مطلوبہ چیز ڈھونڈ نہ لیں، ہم ہرگز مطمئن نہ ہوں گے۔ اب جب کہ ہم پوری کائنات کا ایک چھوٹا سا حصہ بھی پوری طرح دیکھ نہیں پائے تو عقلاً ہمارا یہ حق نہیں بنتا کہ ہم خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کریں۔ اس کائنات کی وسعت کے مقابلے میں انسانی علم نہایت ہی محدود ہے۔ اگر کسی چیز کا ہمیں علم نہیں، تو اس سے ہمیں یہ نتیجہ نہیں اخذ کر لینا چاہیے کہ اس چیز کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔

اب کمرے کی مثال کی طرف واپس آئیں۔ اگر ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہی ہو کہ اندر کوئی آدمی ہے کہ نہیں، تو کیا ہم فلاسفر اور سائنسدان اکٹھے کر لیں گے۔ کیوں نہ آواز دے کر پوچھ لیں کہ بھائی کوئی اندر ہے کہ نہیں۔ اور اگر اندر والا جواب دے دے تو پھر کیا شک رہ جاتا ہے کہ اندر آدمی ہے۔ وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَاِنِّي قَرِيبٌ اُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (سورة البقرة: 187) اس میں فَاِنِّي قَرِيْبٌ کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ خدا کو ڈھونڈنے کے لیے غیر معمولی صلاحیتوں یا عقلوں اور مہارتوں کی ضرورت نہیں۔ یہ ایسا سہل اور آسان ہے کہ بس تم مجھے پکارو اور میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔ یہ ایک ایسا روحانی تجربہ ہے کہ جس کے لیے کسی قیمتی آلات سے مزین جدید لیبارٹری کی کوئی ضرورت نہیں، کسی ماہر فن کی مدد کی ضرورت نہیں، اپنے اور خدا کے درمیان کسی درمیانی واسطے کی ضرورت نہیں۔ آپ بہت پڑھے لکھے ہیں یا بالکل ان پڑھ، آپ نہایت ترقی یافتہ ممالک میں ہیں یا افریقہ کے دور دراز جنگل میں، آپ یہ تجربہ کر سکتے ہیں۔ اور اس معاملے میں ہمارا قدم ایک ذرہ برابر بھی ادھر اُدھر نہیں اور نہ ہونا چاہیے کہ خدا جواب دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے پاک کلام یعنی مندرجہ بالا آیت میں اس کا وعدہ کیا ہے۔

حرف آخر

لوگ ماننے سے پہلے خدا کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ دکھتا ہے اور ضرور دکھتا ہے، لیکن اس کے لیے علمی تکبر اور عقلی زعم کی گٹھڑی سر سے اتار کر ایک طرف رکھنی پڑتی ہے۔ کم مائیگی اور عاجزی کے سچے احساس کے ساتھ اس کے آگے جھکنا پڑتا ہے۔ پھر جیسے اس کا وعدہ ہے کہ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (سورة الانعام: 104) وہ آنکھوں تک پہنچ جاتا ہے، یعنی غیب سے مشہود ہو جاتا ہے۔ لیکن محض خشک بحثوں سے کیا ملتا ہے یہی کہ ڈور کو سلجھا رہا ہے اور سرا ملتا نہیں۔ صرف باتوں سے بات کہاں بنتی ہے۔ دماغ مان بھی جائے دل کہاں مانتا ہے۔ دل تو یقین مانگتا ہے، وہ تو سچ مچ کا خدا مانگتا ہے۔ محض باتوں کی چوسنی سے وہ کہاں بہلتا ہے۔

دست ہر نا اہل بیمار کند سوئے مادر آ کہ تیمارت کند

(مثنوی مولانا روم)

رپورٹ ریفریشر کورسز

رپورٹ ریفریشر کورس مجلس انصار اللہ، ٹورنٹو ویسٹ ریجن

(بشارت الٰہی جمیل، ناظم اشاعت ٹورنٹو ویسٹ ریجن)

اراکین مجلس عاملہ انصار اللہ ٹورنٹو ویسٹ ریجن و حلقہ جات کی متعلقہ شعبہ کے حوالہ سے خدمت کی استعداد کو بڑھانے کے لئے برائے سال 2025 سالانہ ریفریشر کورس کا انعقاد مورخہ 2 فروری 2025 کو بعد از نماز مغرب و عشا ریکسڈیل نماز سینٹر 1753 ایلبین روڈ میں کیا گیا۔ ریفریشر کورس کی صدارت محترم ناصر محمود صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا نے کی۔ مکرم نائب صدر صاحب کی معاونت محمد محمود عبداللہ صاحب، صہیب احمد قریشی صاحب، محمد عبداللہ صاحب و مکرم آصف صاحب ممبران نیشنل مجلس عاملہ انصار اللہ کینیڈا نے کی۔ تقریب کا آغاز حسب روایت تلاوت قرآن کریم سے ہوا محترم عثمان شاہد صاحب مربی سلسلہ نے تلاوت قرآن کریم نے بمعہ انگریزی ترجمہ کی اور بعد ازاں اردو ترجمہ محترم شیخ محمد احمد مظہر صاحب نے پیش کیا۔ محض اللہ کے فضل سے ٹورنٹو ویسٹ ریجن کے آٹھ حلقہ جات سے 106 ممبران عاملہ نے پر جوش انداز سے شرکت کی۔ ابتدا میں محترم نائب صدر صاحب نے تمام حلقہ جات کے ممبران عاملہ سے انفرادی طور پر تعارت حاصل کیا اور متعلقہ شعبہ کے حوالہ سے قیمتی نصائح سے بھی نوازا۔ ریجن کے شعبہ عمومی، تعلیم و مال وغیرہ کی پریزنٹیشنز نمایاں رہیں، جن میں متعلقہ ناظمین نے اپنے شعبہ جات کے حوالہ سے مرکزی پالیسیز اور پروگرامز کی وضاحت کی۔ جس کے بعد حلقہ جات کے منتظمین کے ساتھ متعلقہ ریجنل ناظم کے الگ الگ سیشنز ہوئے جس میں ناظمین نے متعلقہ منتظمین کی آئندہ کے حوالہ سے جامع

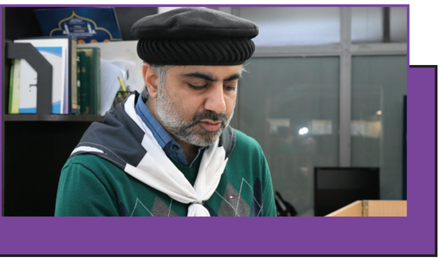

رہنمائی کی اور منتظمین کے سوالات کے جوابات بھی دیے۔

ریفریشر کورس کے آخری حصہ میں محترم صدر پروگرام و انکے معاونین نے سال 2025 کے حوالہ سے مختلف پروگرامز اور عنوانات کے حوالہ سے قیمتی نصائح سے بھی نوازا۔ مختلف سوالات کے جوابات دے کر شاملین کے علم اور قابلیت میں اضافہ کیا۔ تمام منتظمین نے بھرپور انداز میں شمولیت کر کے ریفریشر کورس کے مقاصد کو پانے میں مدد کی۔ آخر میں محترم ارشد محمود باجوہ صاحب ناظم اعلیٰ ٹورنٹو ویسٹ ریجن نے تمام شاملین ریفریشر کورس کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا اور محترم نائب صدر صاحب نے دعا کروائی۔

ریفریشر کورس کے اختتام پر تمام حاضرین کو کھانا بھی پیش کیا گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام حاضرین و شاملین کو اس ریفریشر کورس کے اغراض ومقاصد سے بھرپور استفادہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے نیز مقبول خدمت دین کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین۔

ANSARULLAH
VAUGHAN EAST REGION

رپورٹ ریفریشر کورس وان ایسٹ ریجن مجلس انصار اللہ کینیڈا

(غلام احمد عابد، ناظم اشاعت وان ایسٹ)

اللہ تعالی کے فضل وکرم اور اس کی دی ہوئی توفیق سے مجلس انصار اللہ کینیڈا وان ایسٹ ریجن کو نئے سال کے آغاز پر تمام ساتوں مجالس کی مجلس عاملہ کے لئے ایک ریفریشر کورس منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ یہ کورس مورخہ 19 جنوری 2025ء بروز اتوار بوقت 10 بجے صبح طاہر ہال کے جم میں شروع ہوا۔ اس سے پہلے سیٹ اپ کی ٹیم نے اپنا کام مکمل کیا۔

رجسٹریشن مکمل ہونے پر ریجن کی ساتوں مجالس کے ممبران عاملہ اپنی مجلس کے نام کے سائن اور زعیم مجلس کے پیچھے قطار میں بیٹھے۔ جبکہ ریجنل مجلس عاملہ کے لئے دائیں طرف الگ بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

مرکزی نمائندہ مکرم ناصر احمد صاحب نائب صدر مجلس انصار اللہ کینیڈا کے تشریف لاتے ہی پروگرام شروع ہوا۔ مکرم ناصر احمد صاحب نے اس پروگرام کی صدارت کی جبکہ مکرم عمران احمد شرما صاحب نے نظامت اور مکرم رضوان سہیل صاحب نے ان کی معاونت کی۔

مکرم عارف جاوید صاحب نے تلاوت قرآن کریم کی اور مکرم ندیم خان صاحب نے اس کا انگریزی ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد صدر صاحب اجلاس نے انصار اللہ کا عہد دہرایا۔ اس کے بعد مکرم شرما صاحب نے اس پروگرام کی تفصیلات بیان کرنے کے علاوہ مرکزی طور پر ہر ڈیپارٹمنٹ کے لئے لائحہ عمل اور ان کے لئے مختص مارکس کا مختصر خاکہ پیش کیا۔ بعدہ تمام شاملین کورس نے اپنا اپنا تعارف پیش کیا۔ اس دوران محترم مرکزی نمائندہ نے ساتھ ساتھ بعض شعبہ جات کے بارے میں مختصرا بتایا۔

اس کے بعد مکرم رضوان سہیل صاحب نے بعض شعبوں کے لائحہ عمل سے متعلق ایک ویڈیو پیش کی۔ اس مفید پریزنٹیشن کے بعد مکرم ناصر احمد صاحب مرکزی نائب صدر کے ساتھ سوال و جواب کا پروگرام ہوا۔ جس کے بعد مکرم ناصر احمد صاحب نے ہی دعا کروائی۔

اس کے بعد منتظمین کی اپنے اپنے ناظم کے ساتھ میٹنگز ہوئیں جس میں تعارف کے علاوہ شعبے سے متعلق ذمہ داریوں کے بارے میں بتایا گیا۔ آخر میں اس کورس کے شاملین کو کھانا پیش کیا گیا۔ مجموعی طور پر اس کلاس میں حاضری 82 تھی۔

زاوية العرب

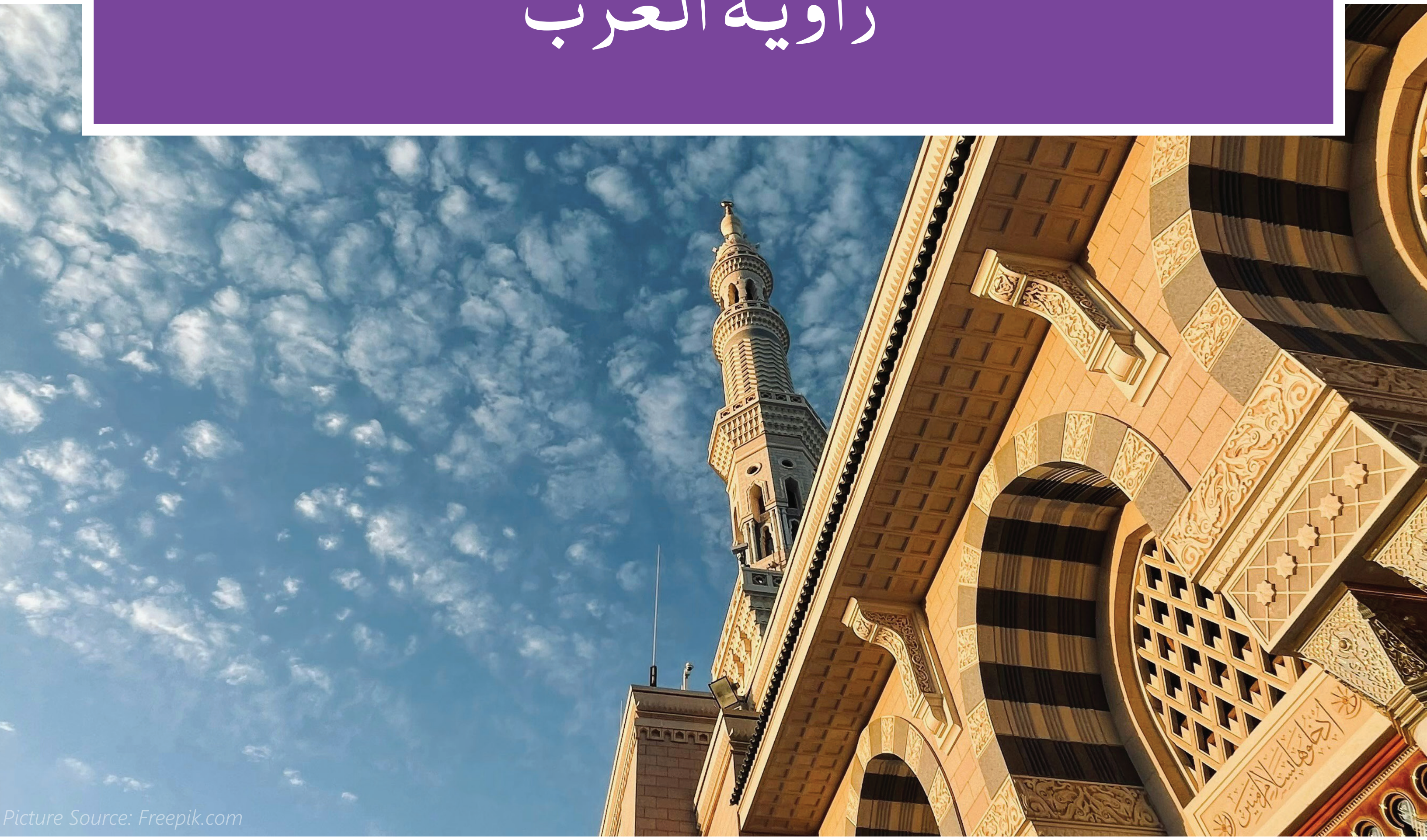

Picture Source: Freepik.com

آية قرآنية ”رمضان شهر القرآن“

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي اُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ

(البقرة:186)

حديث شريف ”القرآن في رمضان“

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم اَجْوَدَ النَّاسِ، وَكَانَ اَجْوَدُ مَا يَكُونُ فِي رَمَضَانَ حِينَ يَلْقَاهُ جِبْرِيلُ، وَكَانَ يَلْقَاهُ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ فَيُدَارِسُهُ الْقُرْآنَ، فَلَرَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله وسلم اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنْ الرِّيحِ الْمُرْسَلَةِ}

(صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي)

من كلام الامام عليه السلام "فتاوى التكفير وعقائدنا الاسلامية الأصيلة"

"اعلموا ان الله تعالى ظل يصبر منذ 25 عاما. لم يدخر هؤلاء القوم جهدا في معارضتي، بل عاملوني بالوقاحة بكل انواعها ووجّهوا الي انواع التهم واخرجوا في هذا السبيل كل ما كان في جعبتهم. وحاولوا لاجاحتي واباذتي وافنائي بكل الطرق واعدّوا فتاوي التكفير ضدي واعتبروني اسوا من اليهود والنصارى مع انني أؤمن بالشهادتين "لا اله الا الله محمد رسول الله" قلبا وقالبا. وأؤمن بالقرآن الكريم كتاب الله الصادق والكامل ونؤمن به خاتم الكتب بصدق القلب ونؤمن بالنبي ﷺ خاتم النبيين بصدق القلب. نصلي الصلوات نفسها ونستقبل القبلة نفسها ونصوم رمضان نفسه، وليس هناك ادنى فرق بيننا في الحج والزكاة. فلا ادري لأية اوجه عدّوني اسوا من اليهود والنصارى! واعتبروا شتمي وسبابي ليل نهار عمل ثواب؟! النبل والنباهة ايضا شيء جدير بالاعتداد على اية حال. لا يختار هذا الأسلوب الا الذين يُسلب ايمانهم وتسودّ قلوبهم."

(تفسير سورة الفاتحة)

في رحاب التفسير

(من التفسير الكبير لحضرة الحاج مزرا بشير الدين محمود احمد رضى الله عنه الخليفة الثاني للمسيح الموعود عليه السلام)

ولا تَأْكُلُوا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرة:981)

شرح الكلمات:

اكل: تناول الغذاء والطعام، ولكن اذا استخدمت كلمة الأكل لغير الطعام فتعني افنَى الشيء واهلكه.

تُدلوا -ادلى ادلاء: ارسل الدلو في البئر. ادلى فلان في فلان: قال فيه قبيحا. وادلى بحجته: احضرها واحتج بها. وادلى اليه بمال: دفعه اليه (الأقرب).

وقوله (وتُدلوا بها) يعني ولا تدلوا بها. والمراد اولا لا تأخذوا اموال الناس الى الحكام، اي لا تسلبوهم اموالهم باقامة القضايا الكاذبة ضدهم. وثانيا: لا تعطوا الحكام الرشاوى.

التفسير:

الانسان لا يسلب مال نفسه، فالمراد لا تأكلوا اموال بعضكم عن طريق الباطل. الانسان يأكل مال غيره بعدة طرق: اولا بالكذب، ثانيا: بسلبها عن طريق غير شرعي، ثالثا: عن طريق الربا، رابعا: الرشاوى. كل هذه الأمور تندرج تحت كلمة (الباطل).

وبقوله (تدلوا بها الى الحكام) بيّن انه كما هو حرام اكل مال بعضكم البعض، كذلك لا تُغروا الحكام بالمال لتأكلوا به اموال الآخرين، فالآية تنهى عن

تقديم الرشوة للمسؤولين وتحرمها.

والمعنى الثاني: لا تأخذوا اموالكم الى الحكام لتأكلوا اموال الآخرين بالاثم.. اي لا تقيموا ضدهم قضايا باطلة ظنًّا ان الحاكم او القاضي اذا حكم لكم بهذا المال بناء على قانون البلد يجوز لكم ان تأخذوه. كلا، فهناك محكمة سماوية فوق المحاكم الدنيوية، وما دامت هذه المحكمة السماوية قد حرمت عليكم بقانونها مثلَ هذا المال .. فمهما قضت المحاكم الدنيوية لكم به فهو حرام غير جائز لكم. وقد قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم:

” فَمَنْ قَطَعْتُ لَهُ مِنْ حَقِّ اَخِيهِ شَيْئًا فَلَا يَأْخُذْهُ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَهُ بِهِ قِطْعَةً مِنَ النَّارِ“ (صحيح مسلم، كتاب الأقضية). كذلك روي عن ام المؤمنين ام سلمة رضي الله عنها ان الرسول صلى الله عليه وآله وسلم سمع خصومة بباب حجرته فخرج اليهم فقال: ”اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ وَاِنَّهُ يَأْتِينِي الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَكُمْ اَنْ يَكُونَ اَبْلَغَ مِنْ بَعْضٍ فَأَحْسِبُ اَنَّهُ صَدَقَ فَأَقْضِيَ لَهُ بِذَلِكَ فَمَنْ قَضَيْتُ لَهُ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا هِيَ قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيَأْخُذْهَا اَوْ فَلْيَتْرُكْهَا“

(صحيح البخاري، كتاب المظالم والغصب).

يوم المسيح الموعود يوم محاسبة انفسنا

Picture Source: X.com/AhmadiyyaMosque

”كل احمدي يدّعي انه بايع المسيح الموعود يجب عليه ان يفهم جيدا ان بيعتنا للمسيح الموعود تُلقي على اكتافنا مسؤولية جسيمة. ان مهمة احياء الاسلام التي بدا بها سيدنا الامام المهدي عليه السلام تقتضي من اتباعه ايضا ان يُحدثوا في انفسهم انقلابا لكي ننال باستمرار البركات المنوطة بسيدنا الامام المهدي عليه السلام.

على الأحمدي الا يفرح بحلول 32 آذار من كل عام على انه مجرد احتفال بذكرى يوم المسيح الموعود عليه السلام، او على انه انضم الى جماعته بحمد الله تعالى، وانه اطّلع على احداث بدايةِ الجماعة وتاريخها وعلى اعلان المسيح الموعود، فهذا كله لا يكفي، كما انّ مجردَ عقدِ بعض الجلسات ليس كل شيء .. بل علينا ان نتقدم على ذلك ونرى فيما اذا ادّينا حق البيعة ام لا. هذا اليوم هو يوم محاسبتنا انفسنا وفحصها لنرى الى اي مدى ادّينا مقتضيات البيعة. كذلك هو يوم الامعان في شروط البيعة، ويوم تجديد العهد، ويوم خلقِ عزمٍ جديد في انفسنا للعمل بشروط البيعة. ومن ناحية اخرى هو يوم يوجهنا الى تسبيحِ الله تعالى وحمْدِه بما لا يُعدّ ولا يحصى، على تحقّق وعدِ النبي صلى الله عليه وآله وسلم والصلاةِ على حبيب الله صلى الله عليه وآله وسلم بكثرة...

العهد الأول الذي يعقده المبايع الذي ينضم الى الجماعة الاسلامية الأحمدية ويتعهد بالعمل به هو: ”ان يعاهد المبايع بصدق القلب على ان يجتنب الشركَ حتى الممات.“

يقول المسيح الموعود عليه السلام: ”التوحيد ليس مجرّد ان تقول بلسانك ”لا اله الا الله“

وانت تُخفي في قلبك مئات الأوثان، بل كلّ من يعظِّم تدابيره او خططَه او دهاءه بقدر ما يجب ان يعظّم الله بالعبادة؛ او يعتمد على شخص آخر بقدر ما ينبغي ان يتوكل على الله وحده؛ او يعظِّم نفسه بقدر ما يجب ان يعبد الله وحده، فهو عابد للأوثان عند الله تعالى؛ لأن الأوثان ليست فقط تلك التي تُصنع من ذهب او فضة او نحاس او حجارة وتُعبد بصورة ظاهرية، بل انّ كلّ شيء، وكلّ قول، وكلّ عمل يُعطى اهميةً لا تليق الاّ بالله عزّ وجلّ وحده، لهو وثن عند الله تعالى.

صحيح ان التوراة لم تذكر عبادة الأوثان بهذه الصراحة الدقيقة لكن القرآن الكريم مليء بهذه التصريحات، فمن اهداف الله من انزال القرآن الكريم، ان يزيل من القلوب هذا النوع من عبادة الأوثان الذي كان قد اصاب الناس كمرض السل، وكان اليهود في ذلك الزمن غارقين في هذا النوع من عبادة الأوثان. وكانت التوراة غير قادرة على تخليصهم منه لأنها تخلو من هذا التعليم الدقيق. وثانيا لأن هذا المرض الذي تفشّى في جميع اليهود كان يتطلب نموذج التوحيد الذي يتجلى في انسان كامل.

تَذَكّروا انّ وحدانية الله التي يريد الله منّا الايمان بها، ويعتمد عليها الخلاص والنجاة انّما هي الايمان بأنّ الله منزه في ذاته عن كلّ شريك، سواء كان وثنًا او بشرًا او شمسًا او قمرًا، او نفس الانسان وذاته، او مَكْرَه او خداعه؛ وكذلك ينبغي للانسان الاّ يَعُدّ احدًا قادرًا مثل الله، والاّ يعُدّ احدًا رازقًا غير الله، والاّ يعتبر احدًا قادرا على ان يعزّه او ان يذلّه، والاّ يعدّ احدًا ناصرًا او معينا؛ (بل يجب ان يوقن بأن الله وحده هو المعز والمذل) كما ان عليه ان يخلص لله وحده حبَّه وعبادته وخضوعه وآماله وخوفه.

ولا يمكن لوحدانية الله ان تكون كاملة من غير الخصوصيات الثلاث التالية:

اولًا، توحيد ذات الباري؛ اعني ان نعدَّ الأشياء الموجودة كلّها كالمعدوم بالمقارنة مع الله تعالى، وان نعدّها ميتة وباطلة. وان نعدّها هالكة الذات وباطلة الحقيقة (اي لا اهمية لكل ما يوجد في هذا العالم، وان يُعدَّ كل شيء في الدنيا هالكا لا اهمية له قط وهو فانٍ مقارنة مع الله)

ثانيًا، توحيد صفات الباري؛ اعني عدم الاقرار بالربوبية والألوهية الا لذات الله ، (اي ان الله تعالى هو ربنا الوحيد والقادر على الربوبية والحائز على قدرة الألوهية وهو مصدر القدرات كلها ومنبعها) وانّ الآخرين -الذين يظهرون رازقين ومحسنين- كلّهم ليسوا الا جزءًا من النظام الالهي الذي وضعه اللهُ وصنعه بيده تعالى ..(اي الأرباب المتفرقون الذين نراهم او نستفيد منهم، ويفيدون الدنيا بطريقة ما، نستفيد منهم بسبب الله تعالى لأنهم جزء من نظام الله)

ثالثًا، توحيد الحب والاخلاص والصفاء؛ اعني الاّ نجعل احدًا شريكًا لله في حبّنا وعبادتنا له والتفاني فيه عزّوجلّ"....".

(مقتبس من خطبة الجمعة لسيدنا امير المؤمنين ايده الله تعالى بنصره العزيز، الخليفة الخامس للمسيح الموعود عليه السلام في 23/3/2012

اعلان "وثيقة البيعة باللغة العربية"

يمكنكم الحصول على وثيقة البيعة باللغة العربية من خلال موقعنا الرسمي، ولمن يرغب بالانضمام الى الجماعة الاسلامية الأحمدية يمكنه ملء الاستمارة وارسالها من خلال الرابط:

https://www.islamahmadiyya.net/baiat.asp

ما هو يوم المسيح الموعود عليه السلام

(معتز القزق، استاذ الجامعة الأحمدية - كندا)

Picture Source: X.com/AhmadiyyaMosque

تحتفل الجماعة الاسلامية الأحمدية يوم 32 آذار من كل عام بذكرى يوم المسيح الموعود عليه السلام، وتعقد الجماعات المحلية في بلاد العالم جلسات في هذه الذكرى.

هذا اليوم المبارك ليس احتفالا بذكرى ولادة شخص، بل هو يوم ولادة جماعة ربانية، ولادة جماعة المؤمنين في البعثة الثانية للاسلام، يوم ينتظره كل محب عاشق لدين الاسلام ولسيدنا محمد صلى الله عليه وآله وسلم يوم تحققت فيه نبوءة القرآن الكريم العظيمة عن احياء الاسلام من جديد، ونبوءة المصطفى صلى الله عليه وآله وسلم عن جماعة الآخرين ومجيء رجل من آله صلى الله عليه وآله وسلم يعيد الله الاسلام بمجيئه.

في يوم 20 من رجب عام 1306هـ الموافق 23 مارس/ آذار عام 9881م، اخذ حضرة المسيح الموعودعليه السلام البيعة الأولى بأمر من الله تعالى، معلنا تأسيس جماعة المؤمنين المباركة، التي اراد الله لها ان تحمل مسؤولية بعث الاسلام ونشره في جميع انحاء العالم من جديد. وكان ذلك في حجرة صغيرة من بيت متواضع للسيد الصوفي احمد جان في مدينة لدهيانة، حيث جلس سيدنا احمد عليه السلام على الأرض في الركن الشمالي الشرقي منها، متّجهًا الى القبلة، ووقف الصحابي شاه حامد علي امام الباب، ودخل كل مبايع من الصحابة حسبما كان يذكر حضرته عليه السلام. دخل كل واحد منهم جالسا على الأرض امام سيدنا احمد عليه السلام الذي كان يمد يده اليمنى ويمسك بيد المبايع، وكان المبايع يردد كلمات عهد البيعة التي يذكرها سيدنا احمد.

كانت كلمات عهد البيعة الأولى: "اليوم اتوب على يد احمد من جميع الذنوب والعادات السيئة التي كنت مصابًا بها، واتعهد من صميم فؤادي وبصدق النية وبرغبة صادقة وعزيمة متقدة ان اجتنب -جهد طاقتي وبحسب فهمي- جميع الذنوب لآخر يوم من عمري، وسأؤثر الدين على الدنيا وملذّات النفس، واتمسك قدر المستطاع بالشروط العشرة الواردة في الاعلان الصادر في 12/ 1/1889م، واسأل الله الآن ايضاً العفو عما تقدم من الذنوب. استغفر الله ربي، استغفر الله ربي، استغفر الله ربي من كل ذنب واتوب اليه، اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله، رب اني ظلمت نفسي واعترفت بذنبي فاغفر لي ذنوبي فانه لا يغفر الذنوب الا انت".

وحظي بشرف ل مبايع لحضرته عليه السلام سيدنا الحاج لحافظ نور الدين البهيروي رضى الله عنه ؛ الذي اصبح فيما بعد خليفته الأول.

وبايع في اليوم الأول اربعون رجلاً.

من المهم معرفة انه لم يأخذ البيعة الا بأمر من الله تعالى، وقد حدث انه بعد كتابة حضرته لكتاب "البراهين الأحمدية"، اطّلع عليه

علماء العصر، فوجدوا فيه المدافع الأمثل عن الاسلام، فأبدى الكثير منهم رغبتَهم ان يبايعوا على يده بصفته امام هذا الزمان، حتى ان سيدنا نور الدين رضى الله عنه حين قابله اول مرة عام 5881م سأله ان يبايعه لكنه رضى الله عنه كان يقول للجميع: لم أُؤمر بذلك من الله رضى الله عنه.

ولكن عندما امره الله تعالى بأخذ البيعة امتثل لذلك، ولما سئل رضى الله عنه: هل تأخذ البيعة بوجه عام مثل بقية الصوفيين او امرك الله بأخذ البيعة؟ فقال: انا آخذ البيعة بأمر الله تعالى كما نشرتُ في الاعلان ايضا الهاما: "ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله".(الحكم رقم 19، مجلد 5، عدد:24/5/1901، صفحة 8)

وهذا يضاف الى ادلة صدقه رضى الله عنه اذ لم يأخذ البيعة الا بأمر من الله تعالى، وما كان يحب فعل ذلك ولو لم يؤمر لما فعل.

شروط المبايعة والانضمام

فيما يلي شروط المبايعة للانضمام الى الجماعة الاسلامية الأحمدية معربةً من كلام الامام المهدي والمسيح الموعود عليه السلام:

اولا: ان يعاهد المبايع بصدق القلب على ان يجتنب الشركَ حتى الممات.

ثانيا: ان يجتنبَ قولَ الزور، ولا يقرَبَ الزنى وخيانةَ الأعين، ويتنكب جميعَ طرق الفسق والفجور والظلم والخيانة والبغي والفساد؛ ولا يَدَعَ الثوائرَ النفسانية تغلبه مهما كان الداعي اليها قويًّا وهامًّا.

ثالثا: ان يواظبَ على اقامة الصلوات الخمس بلا انقطاع تبعًا لأوامر الله و رسوله، وان يداومَ جهدَ المستطاع على اداء صلاة التهجد، والصلاةِ على النبي صلى الله عليه وآله وسلم، والاستغفار وطلبِ العفو من ربه على ذنوبه كل يوم؛ وان يَذكُرَ نِعَمَ الله ومِنَنَه بخلوص القلب كل يوم، ثم يتخذ من حمده وشكره عليها وِردًا له.

رابعا: الا يؤذيَ، بغير حق، احدًا من خلق الله عمومًا والمسلمين خصوصًا من جراء ثوائره النفسية.. لا بيده ولا بلسانه ولا بأي طريق آخر.

خامسا: ان يكونَ وفيًّا لله تعالى وراضيًا بقضائه في جميع الأحوال: حالةِ التَّرَح والفَرَح، والعسر واليسر، والضنكِ والنِعَم؛ وان يكونَ مستعِدًّا لقبول كل ذلة واذى في سبيله تعالى، والا يُعرِضَ عنه سبحانه وتعالى عند حلول مصيبة، بل يمشي اليه قُدُمًا.

سادسا: ان يكُفَّ عن اتباع التقاليد الفارغة والأهواء النفسانية والأماني الكاذبة، ويقبَلَ حكومةَ القرآن المجيد على نفسه بكل معنى الكلمة، ويتخذَ قولَ الله وقول الرسول دستورًا لعمله في جميع مناهج حياته.

سابعا: ان يطلِّق الكبرَ والزهوَ طلاقًا باتًّا، ويقضيَ ايام حياته بالتواضع والانكسار ودَماثة الأخلاق والحلم والرِّفق.

ثامنا: ان يكونَ الدينُ وعزُّه ومواساةُ الاسلام اعزَّ عليه من نفسه وماله واولاده ومِن كل ما هو عزيز عليه.

تاسعا: ان يظل مشغولاً في مواساة خلق الله عامةً لوجه الله تعالى خالصةً، وان ينفعَ ابناء جنسه قدر المستطاع بكلِّ ما رزقه الله من القوى والنِّعَم.

عاشرا: ان يعقدَ مع هذا العبد عهد الأخوّة خالصاً لوجه الله.. على ان يطيعَني في كل ما آمره به من المعروف، ثم لا يَحيد عنه ولا ينكُثه حتى الممات، ويكون في هذا العقد بصورة لا تعدِلها العلاقاتُ الدنيوية.. سواء كانت علاقات قرابةٍ او صداقةٍ او خدمةٍ.